لجنہ تعلیم لیسن پلان

مہینہ: نومبر 2017ء

حدیث

’’نشہ پیدا کرنے والی چیزوں کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے‘‘

’’جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرتی ہو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔‘‘

1۔ اس حدیث میں جہاں شراب اور دوسری نشہ آور چیزوں کو حرام قرار دیا ہے وہاں یہ حکیمانہ اصول بھی بتایا گیا ہے کہ جب تک بدی کو اس کی جڑ سے نہ کاٹا جائے اُس کا سدّ باب ممکن نہیں ہوتا۔

2۔ یہ خیال کہ شراب کی تھوڑی مقدار نشہ پیدا نہیں کرتی لہٰذا اِس کا محدود استعمال کیا جا سکتا ہے، ایک خطرناک غلطی ہے۔

3۔ انسانی فطرت کچھ اس طرح کی ہے کہ جب اسے کسی چیز کی اجازت دی جائے تو پھر وہ اس قسم کے باریک فرقوں کو ملحوظ نہیں رکھ سکتا کہ مجھے ایک حد سے آگے نہیں جانا چاہئے۔

4۔ خصوصاً نشہ پیدا کرنے والی چیزوں میں یہ خطرہ بہت ہی زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اس میدان میں ایک دفعہ قدم رکھنے کے بعد اکثر انسان آگے بڑھنے سے رُک نہیں سکتے۔

5۔ اس کے لئے آنحضرت ﷺ نے کمال حکمت سے شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کی تھوڑی مقدار کو بھی حرام قرار دیا ہے تاکہ اس قسم کی خطرناک بدیوں کا جڑ سے خاتمہ کیا جا سکے۔

6۔ قرآن شریف نے شراب اور جوئے کے بعض فوائد کو تسلیم کرنے کے باوجود حکم دیا ہے کہ ’’ **اثمهما اكبر من نفعهما**‘‘ یعنی بے شک شراب اور جوئے میں بعض فوائد بھی ہیں لیکن ان کی مضرتوں کا پہلو اُن کے فوائد سے بہت زیادہ بھاری ہے۔

7۔ اگر یہ کہا جائے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو شراب کے قلیل استعمال پر روک سکتے ہیں تو کیا ایسے لوگوں کے لئے شراب کا استعمال جائز سمجھا جائے گا؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں۔ بلکہ پھر بھی شراب کا استعمال کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس قسم کے قوانین میں اکثریت کے پہلو کو مدّ نظر رکھا جاتا ہے۔ یعنی جب ایک چیز ملک و قوم کے کثیر حصہ کے لئے نقصان دہ ہو تو یہ چیز قلیل حصہ کے لئے بھی حرام کر دی جاتی ہے۔

دوسرا اِس بات کی کیا ضمانت ہے کہ گو آج ایک شخص ضبط نفس سے کام لے سکتا ہے مگر کل کو وہ پھسل کر اپنے ضبط کو کھو نہیں بیٹھے گا؟

تیسرا یہ کہ اِس حدیث میں شراب کی ساری مضرتیں بیان نہیں کی گئیں۔

8۔ خلاصہ اِس حدیث کا یہ ہے کہ ہمارے آقا ﷺ نے ہمیں تین اہم باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔

اوّل یہ کہ ہر نشہ پیدا کرنے والی چیز مسلمانوں پر حرام ہے۔

دوم، جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے اس کی تھوڑی مقدار کا استعمال بھی جائز نہیں۔

سوم یہ کہ اس قسم کی بدیوں کے سدّ باب کا صحیح طریق یہ ہے کہ اُنہیں جڑ سے کاٹا جائے اور اُن تمام امکانی رخنوں کو بند کیا جائے جہاں سے بدی داخل ہو سکتی ہے۔

ملفوظات

’’سب عزتوں سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کی عزت ہے‘‘

1۔ عرب جن میں زنا، شراب اور جنگ جوئی کے سوا کچھ رہا نہ تھا اور حقوق العباد کا خون ہو چکا تھا۔ ہمدردی اور خیر خواہی نوعِ انسان کا نام و نشان تک مٹ چکا تھا۔ اور نہ صرف حقوق العباد تباہ ہو چکے تھے بلکہ حقوق اللہ پر اُس سے بھی زیادہ تاریکی چھا چکی تھی۔

2۔ اللہ تعالیٰ کی صفات پتھروں، بوٹیوں اور ستاروں کو دی گئی تھیں۔ قسم قسم کا شرک پھیلا ہوا تھا۔ انسان اور انسان کی شرم گاہوں کی پوجا تک ہو رہی تھی۔

3۔ ایسی حالتِ مکروہ کا نقشہ ذرا دیر کے لئے ایک سلیم الفطرت انسان کے سامنے آجاوے تو وہ ایک خطرناک ظلم و جور کا نظارہ دیکھے گا۔ فالج ایک طرف گرتا ہے مگر یہ ایسا فالج تھا جو دونوں طرف گراتا تھا۔ فسادِ کامل دنیا میں برپا ہو چکا تھا۔

4۔ اس تاریکی کے زمانے میں ہم رسول اللہ ﷺ کا زمانہ دیکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے آکر کیسے کامل طور پر اس میزان کے دونوں پہلو درست فرمائے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اپنے اصلی مرکز پر قائم کر دکھایا۔

5۔ ابوجہل اور اُس کے رفیقوں نے کون سی تکلیف تھی جو آپ ﷺ کو اور آپؐ کے جانثار خادموں کو نہیں دی۔ مگر آپؐ نے اِس کے مقابل صبر سے کام لیا اور جبکہ مکہ فتح ہوا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کہہ کر معاف کر دیا۔ یہ کس قدر اخلاقی کمال ہے جو کسی دوسرے نبی میں نہیں پایا جاتا۔

تاریخِ اسلام

جنگِ بدر کے متعلق ایک ابتدائی بحث

☆ جنگِ بدر رمضان کے مہینہ میں وقوع میں آئی۔

☆ یہ جنگ کئی لحاظ سے تاریخِ اسلام کا ایک نہایت اہم واقعہ ہے۔

☆ بدر وہ پہلی لڑائی ہے جو کفار اور مسلمانوں کے درمیان ہوئی اور اسکے اثرات بھی دونوں فریقوں کے لئے نہایت وسیع اور گہرے ثابت ہوئے۔ اِسی لئے قرآن شریف نے اِس کا نام ''یوم الفرقان'' یعنی حق و باطل کے درمیان فیصلہ کا دن رکھا۔ اور اس کے متعلق دعویٰ کیا ہے کہ یہ وہی عذاب ہے جس کی خبر رسولِ خدا کے ذریعہ قریش مکہ کو ہجرت سے پہلے دی گئی تھی۔

☆ خلاصہ کلام یہ کہ قرآن شریف اور تاریخ وحدیث کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ تو عام مؤرخین کا یہ خیال دُرست ہے کہ آنحضرت ﷺ اور سارے کے سارے مسلمان محض قافلہ کے خیال سے مدینہ سے نکلے تھے اور لشکرِ قریش کی اطلاع سے وہ سب قطعی طور پر بے خبر تھے اور نہ ہمارے جدید محققین کی یہ رائے درست ہے کہ مدینہ میں ہی سارے مسلمانوں کو لشکرِ قریش کی آمد آمد کی اطلاع ہو گئی تھی۔ اور وہ اس اطلاع کے بعد مدینہ سے نکلے تھے۔

☆ بلکہ حق یہ ہے کہ پیشتر اس کے کہ آنحضرت ﷺ مدینہ سے نکلتے لشکر اور قافلہ دونوں کی اطلاع آپ ﷺ کو پہنچ چکی تھی۔ مگر لشکر کی آمد مصلحتاً بصیغہ راز رکھی گئی اور سوائے بعض خاص خاص صحابہ کے جو غالباً صرف اکابر مہاجرین میں سے تھے باقی سارے مسلمان اس سے بالکل بے خبر رہے اور اسی بے خبری کی حالت میں وہ مدینہ سے نکلے حتیٰ کہ بدر کے پاس پہنچ کر لشکر قریش سے ان کا اچانک سامنا ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

☆ یہ سوال کہ کفار کی طرف سے جنگ بدر کا سبب کیا تھا۔ یعنی لشکرِ قریش مکہ سے غرض و غایت کے ماتحت نکلا تھا اس کے متعلق قرآن شریف مندرجہ ذیل صداقت پیش کرتا ہے:۔

ترجمہ: ''یعنی اے مسلمانو! تم اُن کفار کی طرح مت بنو جو اپنے گھروں سے تکبر اور نمائش کا اظہار کرتے ہوئے نکلے تھے اور ان کی غرض یہ تھی کہ اللہ کے دین کے رستے میں جبری طور پر روکیں پیدا کریں۔ مگر اللہ نے ان کی کارروائیوں کا محاصرہ کر کے انہیں خائب و خاسر کر دیا۔''

☆ اس آیت سے پتا چلتا ہے کہ خواہ تحریکی سبب کوئی ہوا ہو، اِس مہم میں قریشِ مکہ کی اصل غرض و غایت اُن کے اِن خونی ارادوں پر مبنی تھی جو وہ شروع سے اِسلام اور بانیٔ اسلام کے متعلق رکھتے تھے۔ قافلہ کی حفاظت یا عمرو بن حضرمی کے قتل کے انتقام کا خیال محض ایک آلہ تھا جس سے وہ عوام کو اشتعال دلانے اور اُن کے جوشوں کو قائم رکھنے کا کام لیتے تھے۔ اور تاریخ سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے؛ چنانچہ قافلہ کے خطرے کی اطلاع آنے پر بجائے اِس کے کہ قریش جلدی سے نکل کھڑے ہوتے اُن کا پورے ساز و سامان اور پوری تیاری کے ساتھ تین دن کے بعد نکلنا اور رستہ میں قافلہ کے بچ کر نکل جانے کی اطلاع آجانے پر بھی بڑی رعونت کے ساتھ آگے بڑھنے پر بھی اصرار کرنا اور پھر عین میدانِ جنگ میں پہنچ کر جب کہ بعض لوگوں کی طرف سے جنگ کے روک دیئے جانے کی تحریک ہوئی، ابو جہل وغیرہ کا نہایت سختی کے ساتھ لڑنے پر اصرار کرنا اور سارے لوگوں کا اسی کی تائید میں ہونا یہ سب اِس بات کی یقینی شہادتیں ہیں کہ دراصل قافلہ کی حفاظت اور عمرو بن حضرمی کے قتل کے انتقام کا خیال ایک محض بہانہ تھا اور اصل غرض اسلام کو مٹانا اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنا تھی۔